اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کی پر معارف تشریح

احمدی اسلام کے امن کو اپنی سوسائٹی میں راسخ کر دیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۸۶ء بمقام ناصر باغ، فرینکفرٹ، جرمنی)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ (آل عمران: ۲۰)

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۶ (آل عمران: ۸۶)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سچا اور حقیقی دین اسلام ہی ہے۔ پس جو چاہے کسی اور دین کی طرف رغبت کر کے دیکھ لے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وہ دین اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور بالآخر آخرت میں وہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

جیسا کہ قرآن کریم کا اسلوب ہے جو وہ آخرت کے متعلق قرآن کریم پیشگوئیاں فرماتا ہے وہ اس رنگ میں نہیں فرماتا کہ انسان کو ایک موہوم آئندہ دنیا کا وعدہ دے دے اور اس کے لئے کوئی ثبوت مہیا نہ کرے بلکہ قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ آخرت سے تعلق رکھنے والی ہر پیشگوئی کا اطلاق ایک رنگ میں اس دنیا میں بھی ہوتا ہے، اس دنیا کے حالات پر بھی ہوتا ہے اور اس دنیا میں اس حصے کو

پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر انسان کا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ وہ آئندہ دنیا کی پیشگوئی بھی کوئی موہوم خیال نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت پر مبنی پیش گوئی تھی جو اسی طرح پوری ہوگی جس طرح اس دنیا سے تعلق رکھنے والی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس اسلوب کو ہر قسم کے آئندہ کے حالات سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں میں اختیار فرمایا ہے اور قیامت کی باتیں بھی کی ہیں۔ دنیا میں قیامت سے پہلے رونما ہونے والے حالات بیان فرمائے ہیں اور تہذیبوں کے فتنے کی باتیں بیان کی ہیں وہ اس رنگ میں بیان کیں کہ کچھ حصے ان کے یا تو ماضی میں پورے ہو چکے تھے یا آئندہ عنقریب پورے ہونے والے تھے انہیں دیکھ کر آئندہ کے متعلق باتوں کا بھی دل میں یقین بیٹھ جائے۔

ایک عظیم الشان اسلوب ہے جو قرآن کریم کا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کے متعلق بڑی تفصیل سے ہمیں آگاہ فرمایا اور اس کی مثالیں دے کر خوب سمجھایا کہ دنیا کے عام منجمین کی پیشگوئیاں یا دنیا کے عام خواب بینوں یا دیگر تعلق باللہ کا دعویٰ کرنے والوں کی پیشگوئیاں قرآن کریم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔

قرآن کریم کی پیش گوئیاں اپنی ذات میں ایک واضح ، قطعی یقینی ثبوت رکھتی ہیں اور محض پیشگوئیوں کا رنگ اس طرح کا نہیں کہ اگر کوئی اس وقت تک زندہ رہا تو دیکھ لے گا بلکہ وہ اپنی ذات میں ایسے شواہد رکھتی ہیں جن کا تعلق دو قسم کے مضامین سے ہے: اول نظریاتی لحاظ سے ان کے اندر وہ مواد موجود ہوتا ہے جو عقلوں کو مطمئن کرنے والا ہے، دوسرے مشاہداتی لحاظ سے کسی دور کی پیشگوئی سے پہلے انسان اپنی آنکھوں کے ساتھ اس پیشگوئی کا پہلا حصہ پورا ہوتا دیکھ لیتا ہے جسے دیکھنے کے بعد دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ جو دور کے زمانے کی پیشگوئی ہے وہ بھی پوری ہوگی۔

پس آخرت سے متعلق پیشگوئیوں میں قرآن کریم نے ہمیشہ دنیا کے متعلق رونما ہونے والے واقعات کا ذکر اس لئے فرمایا تا کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ ایک محض دور کا وعدہ ہے، مرنے کے بعد خدا جانے کیا ہو، خدا ہے بھی یا نہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ اخروی زندگی کو انسان اس دنیا کی زندگی پر کیوں اثر انداز ہونے دے۔

اس عمومی قرآنی پیشگوئیوں کے تعارف کے بعد میں اس آیت کی طرف واپس آتا ہوں جو میں نے ابھی تلاوت کی تھی یعنی اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کہ اسلام تو وہ دین ہے

جو خدا نے اختیار کر لیا ہے بندوں کے لئے۔ اس کے سوا اب کوئی دین نہیں رہا اور جو بھی اس دین کو رد کر دے گا اور کسی غیر دین میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ تو ایک دعویٰ ہے ہر مذہب یہ دعویٰ کر سکتا ہے پھر اسلام کی اس پیشگوئی کا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ مابہ الامتیاز کیا ہے دوسری اس کی پیشگوئیوں سے۔ اس کا ایک اور آخری حصہ یہ ہے کہ وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ وہ آخرت میں یقیناً گھاٹا پانے والا ہوگا۔ اگر تو اس سے مراد یہ ہے اس آیت سے کہ آخری زندگی میں دنیا کے بعد جب ہم مر چکے ہوں گے اور ایک نئی زندگی پائیں گے تو اس وقت ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ دین جو ہم نے اختیار کیا تھا وہ قبول نہیں ہوا رد کرنے کے لائق تھا، وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ کا مطلب یہ ہے کہ بہت بعد میں جب مرنے کے بعد آنکھ کھلے گی تو اس وقت پتہ لگے گا کہ ہم تو گھاٹا کھانے والے تھے۔ اگر اس مضمون کو اسی معنی میں محدود کر دیا جائے تو کوئی مابہ الامتیاز اس پیشگوئی کا اسی قسم کی دوسری پیشگوئیوں سے باقی نہیں رہتا۔ ایک عیسائی بھی ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے، ایک سکھ بھی ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے۔ ایک ہندو بھی، بدھ بھی اور زرتشی بھی سارے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب آنکھ کھلے گی تو اس وقت تمہیں یہ پتہ چلے گا کہ تم گھاٹا پانے والے ہو اس لئے آج دنیا میں اپنی روش تبدیل کر۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد آنکھ کھلے گی بھی یا نہیں اور اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مرنے کے بعد اگر آنکھ کھلی تو ہم یقیناً اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے اور واقعی گھاٹا پانے والوں میں سے ہوں گے۔

یہ پہلو دوسرا پہلو ہے جس کے متعلق ہمیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس آیت ہی میں سے شواہد ڈھونڈنے چاہئیں۔ یہ آیت اپنی ذات میں کیا دلیل رکھتی ہے۔ سو وہ دلیل یہ ہے کہ اس آیت کا اطلاق صرف آخری دنیا میں نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ہونا ہے اور انسان اس دنیا میں اس آیت کی سچائی کو دیکھ لے گا اپنی آنکھوں سے، یہ پیشگوئی کی جا رہی ہے۔ اور فِی الۡاٰخِرَةِ کا ایک معنی یہ ہے کہ بالآخر سارے دینوں کے تجربوں کے بعد انسان ایک ایسے مقام پر پہنچے گا کہ اسے اپنا گھاٹا دکھائی دے دے گا۔ اسے اپنے مرنے کی ضرورت نہیں ہے نقصان کو دیکھنے کے لئے۔ مرنے

کے بعد کا نقصان تو ہوگا ہی لیکن اسی دنیا میں اپنے جیتے جی اپنی آنکھوں سے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کو چھوڑنے والا ہر دین اپنے متبعین کو چھوڑ دے گا یعنی اپنے کئے ہوئے وعدے ان کے ساتھ پورے نہیں کرے گا اور سارے اہل دنیا دوسرے دینوں کو اختیار کر کے ان پر عمل کرتے کرتے تھک جائیں گے اور ایک ایسے مقام پہنچے گا جہاں انسان بحیثیت مجموعی اپنے گھاٹے کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا ہوگا اور تسلیم کرے گا کہ میں گھاٹا پانے والا ہوں۔

اس وقت انسان پر جو حالات گزر رہے ہیں قرآن کریم کی اس پیشگوئی کے عین مطابق گزر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کی خود جو تشریح فرمادی دوسری جگہ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ صرف آخرت میں ہونے والا نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جہاں انسان اپنے گھاٹے کو خود دیکھ لے گا۔ چنانچہ دوسری سورت میں قرآن کریم نے اس مضمون کو اس طرح کھول دیا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۲-۴)

کہ زمانہ گواہ ہے اب تو کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں رہی، پورا زمانہ گواہ بن چکا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ کہ انسان یقیناً گھاٹے میں جا رہا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سوائے ان چند لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کر رہے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وہ حق کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جاتے ہیں اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں میں نے سوائے ان چند لوگوں کے کا ترجمہ کیا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں تو چند لوگوں کا ذکر نہیں۔ ذکر صرف اتنا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے۔ تو یہ چند کا ترجمہ میں نے کیسے کیا؟

درحقیقت دو وجوہات ہیں جس کے نتیجہ میں انسان یہاں چند لوگوں کا ترجمہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ایک ایسی Statement ہے، ایک ایسا بیان ہے جو تقریباً ساری انسانیت کو لپیٹ رہا ہے۔ انسان بحیثیت مجموعی گھاٹے میں چلا جائے گا۔ یا ہم یہ

کہہ سکتے ہیں کہ انسان یہاں بحیثیت نوع نا کام ہو چکا ہے اور گھاٹے کے سوا اس کے مقدر میں کچھ نہیں۔ یہ فقرہ، یہ بیان اس وقت استعمال ہوسکتا ہے جب بہت بڑی بھاری اکثریت پر یہ اطلاق پاتا ہو۔ ورنہ اگر اکثر لوگ ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والے ہوں تو اس وقت یہ فقرہ بولا ہی نہیں جاسکتا کہ یقیناً انسان بحیثیت مجموعی یا بحیثیت نوع گھاٹے میں جا چکا ہے۔ اس لئے پہلی Statement اتنی قوی ہے، اتنی پُر اثر ہے پہلا بیان اتنا قوی اور پُر اثر ہے اور اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اس کے بعد اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا ترجمہ اس کے سوا کیا ہی نہیں جاسکتا کہ سوائے ان چندلوگوں کے جو ایمان لے آئیں اور نیک اعمال کریں۔

ایک تو اس کے آغاز میں دلیل اس بات کی ہے کہ وہ چندلوگ ہوں گے اور گنتی کے چندلوگ اور ایک دلیل اس کے آخر پر بھی رکھی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔صبر کا مضمون بتاتا ہے کہ بہت تھوڑے لوگ ہوں گے اور مظلوم لوگ ہوں گے۔ صبر کی ضرورت تو فاتح اور غالب کو نہیں ہوا کرتی۔ صبر کا مضمون خود بتاتا ہے کہ ان لوگوں کی حالت نہ صرف یہ کہ تھوڑے ہوں گے بلکہ مظلومیت کے دن گزار رہے ہوں گے۔ کوئی ان کو پوچھے گا نہیں، کوئی ان کو وقعت نہیں دے گا اور باتیں بھی ان کی رد کی جائیں گی عموماً، لوگ ایک کان سے سنیں گے اور دوسرے کان سے نکال رہے ہوں گے لیکن باوجود اس کے کہ اتنی معمولی حیثیت ان کی ہوگی اور بظاہر سارا انسان ان کے مقابل پر کھڑا ہوگا پھر بھی وہ اپنی نصیحت سے باز آنے والے نہیں ہوں گے، اپنے کام سے پیچھے ہٹنے والے یا مایوس ہونے والے نہیں ہوں گے بلکہ صبر کے ساتھ وہ نصیحت کرتے چلے جائیں گے۔ ان کی باتوں کا انکار کیا جائے گا، اس کا دکھ محسوس کریں گے، اس پیغام حق کے نتیجہ میں جو تکلیفیں دی جائیں گی وہ بھی برداشت کرتے چلے جائیں گے اور یہ بھی دیکھیں گے کہ انسان بحیثیت کلی ایک نوع کے اعتبار سے بظاہر اسلام کو رد کر چکا ہے اور بظاہر اس کی کوئی امید نظر نہیں آتی کہ وہ اپنے فیصلہ کو بدلے اور اسلام کو قبول کر لے۔ بظاہر کلیۃً مایوسی کا سامنا ہوگا اس کے باوجود وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ پھر بھی وہ کامل صبر کے ساتھ وفا کے ساتھ اپنے پیغام پر قائم رہیں گے اور پیغام دیتے چلے جائیں گے۔

وہ آیت جس کی میں نے پہلے تلاوت کی تھی وہاں جب خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا

وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو اس سے محض اخروی زندگی کا گھاٹا مراد نہیں بلکہ اس دنیا میں جسے Latter Days یعنی آخری زمانہ کہا جاتا ہے وہ بھی اس آخرت سے مراد ہے۔ یہ واقعہ آخری زمانہ میں رونما ہوگا جبکہ انسان بحیثیت مجموعی اپنے گھاٹے کو پہچان لے گا، جان لے گا کہ میں گھاٹے میں جا چکا ہوں۔

اس بیان کی تفصیل کو جانچنے کے لئے ہم اس آیت کے مضمون پر ذرا نسبتاً زیادہ گہرا غور کرتے ہیں۔ فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یقیناً اسلام ہی ایک وہ دین ہے جو خدا نے بندوں کے لئے چن لیا ہے۔ اسلام کا مطلب کیا ہے؟ اسلام کا معنی ہے کہ اول اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا اور کلیۃً تابع مرضی مولا ہو جانا یہاں اسلام کا مطلب یہ ہے اور دوسرا اسلام کا مطلب ہے امن بخش، تسکین بخشنے والا، طمانیت عطا کرنے والا، امن دینے والا۔ اس لحاظ سے جب ہم اس آیت پر غور کرتے ہیں تو مضمون بالکل کھل کر سامنے آجاتا ہے اور انسان کے گھاٹے کی نوعیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسلام کے سوا خدا تعالیٰ کی خاطر کلیۃً اپنی مرضی کو چھوڑ دینا ممکن نہیں۔ ہر غیر دین کی پیروی کر کے دیکھ لو تمہیں رفتہ رفتہ خدا کی عائد کردہ پابندیوں سے آزادی کی طرف لے جائے گا اور تم دیکھو گے کہ انجام کار تم خدا کی عمومی بغاوت پر منتج ہو جاتے ہو۔ وہاں تک پہنچتے ہو جہاں عموماً بغاوت کا ماحول تمہاری سوسائٹی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ تم Submission کے نام سے ناواقف ہو جاتے ہو تم اس کی روح سے نابلد ہو جاتے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں ہوتا کہ کسی ایسی طاقت کے سامنے سر جھکانا کس کو کہتے ہیں جو ظاہری نظر نہیں آ رہی جو بے شمار پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی ایک طاقت ہے لیکن ہر پردے سے وہ جھلکتی بھی ہے۔ اس لئے اسلام کے سوا کوئی اور یہ کامل اطاعت کی روح بخش نہیں سکتا اور چونکہ تم خدا کی کامل اطاعت سے دیگر مذاہب میں دن بدن باہر نکلتے چلے جاؤ گے اس لئے تمہیں وہ سودمند زندگی نصیب نہیں ہو سکتی جو اطاعت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ بے فائدہ زندگی گزار رہے ہوگے، لاحاصل زندگی گزار رہے ہوگے، یہ مراد ہے گھاٹے سے۔

اس پہلو سے آپ دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لیں تو ہر دین آج اطاعت سے باہر لے کے جا رہا ہے، ہر دین آپ کو آج خودسری کی تعلیم دے رہا ہے۔ گو لفظوں میں نہیں لیکن عملاً اپنے ماننے والوں کو اس مقام تک پہنچا چکا ہے جہاں اتھارٹی کے خلاف بغاوت کی روح دن بدن زیادہ قوت پاتی

چلی جا رہی ہے۔ پہلے اس کا آغاز خدا کی اتھارٹی یعنی خدا کی حاکمیت کے انکار سے شروع ہوا اور زمانہ رفتہ رفتہ آزادی کی طرف مائل ہوا یعنی خدا تعالیٰ نے جو پابندیاں انسان پر لگائی تھیں معاشرتی، تمدنی اور اخلاقی ان سے انسان آزاد ہونا شروع ہوا اور دنیا کا کوئی دین ایسا نہیں جس نے انسان کو سنبھال لیا ہو، کوئی دین بھی ایسا نہیں جس نے آزادی کا رخ موڑ دیا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مغربی تہذیب جسے آپ کہتے ہیں یا مشرقی تہذیب جہاں جہاں بھی جو بھی تہذیب شکلیں اختیار کر رہی ہے ان دونوں میں قدر مشترک یہ بن گئی ہے کہ انسان اپنے ہر معاملے میں اب آزاد بلکہ مادر پدر آزاد ہو چکا ہے، جو چاہے وہ کرتا پھرے اس کے لئے کوئی روک نہیں، جو اس کی خواہش ہے جس طرح وہ پوری کر سکتا ہے کرتا چلا جائے، اس پر کوئی پابندی نہیں۔

جو تہذیبیں مذہب کے نام پر جاری ہیں ان کا بھی یہی حال ہے اور جو مذہب سے بیگانہ ہو کر کلیۃً بغاوت کر چکی ہیں ان کا بھی یہی حال ہے اور یہ جو آج کل انسان کے رہن سہن کا اسلوب دکھائی دے رہا ہے وہ صرف مغرب میں ہی آزاد نہیں ہے بلکہ مشرق کا بھی آزاد ہو چکا ہے۔ بدھ ازم میں بھی آزاد ہو چکا ہے ہندو ازم میں بھی آزاد ہو چکا ہے، زرتشتی ازم میں بھی آزاد ہو چکا ہے اور اگر آپ تفصیل سے جائزہ لینا چاہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جو بدھ، بدھ کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں بظاہر اپنے روزمرہ کی زندگی میں اس تعلیم کو مداخلت نہیں کرنے دیتے۔ جہاں بھی ان کے مفادات بدھ کی تعلیم سے ٹکراتے ہیں وہ بدھ کی تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے مفادات کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہاں تک بدھ ازم چل رہا ہے جہاں تک بدھ ازم ان کی اپنی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہا ہے۔ جہاں وہ انہیں رستہ بدلنے پر مجبور کرے وہ اسے دھکا دے کر کہتے ہیں تو اپنے رستے پر چلو ہمارا رستہ وہی ہے جو ہم اپنی مرضی کے مطابق اختیار کریں گے۔

سیلون (سری لنکا) میں دیکھ لیجئے بدھ ازم آج کس شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ مذہب جو کامل طور پر انسان کو دنیا کی لذتوں، دنیا کی خواہشوں سے اس طرح ہٹ جانے کی تعلیم دیتا تھا اور کامل طور پر بے ضرر ہونے کی ایسی تعلیم دیتا تھا کہ ایک ذرہ بھی، ایک شوشہ بھی تمہارے طرف سے کسی کو زد نہ پہنچے، ضرر نہ پہنچے۔ جانور کے لئے بھی احساسات رکھو اس کو بھی دکھ نہ دو۔ بدھ ازم میں یہ تعلیم اس درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہے کہ بعض لوگ جو انتہا پسند ہیں وہ قدم بھی پھونک پھونک کر رکھنے والے

ہیں کہ ہمارے پاؤں کے نیچے کوئی معمولی سا کیڑا بھی نہ آجائے۔ لیکن جب ان کے مفادات دوسرے انسانوں کے مفادات سے ٹکراتے ہیں تو ایسے ظالم ہو جاتے ہیں کہ اس کی بھی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔

سیلون میں آج جو ظلم وتشدد ہو رہا ہے بعض حصوں پر اس میں یہ بحث نہیں ہے کہ حق پر کون ہے یا کون نہیں ہے۔ یہ فیصلہ جب تک کوائف سامنے نہ ہوں انسان نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس ظلم کا آغاز کس طرف سے شروع ہوا تھا لیکن یہ بہر حال کہا جاسکتا ہے کہ ظلم کے نتیجہ میں، ایک ظلم کے نتیجہ میں بدھ مذہب نے جو لائحہ عمل تجویز کیا تھا وہ لائحہ عمل اختیار نہیں کیا جا رہا۔ جو ردعمل ہونا چاہئے تھا ایک بدھ سوسائٹی کا وہ ردعمل ظاہر نہیں ہو رہا اور یہ بات صرف سیلون تک محدود نہیں پچھلی عالمی جنگ میں جتنی بدھ اقوام ہیں ان سب نے بدھ ازم کو بالائے طاق رکھ کر کلیۃً وہی مسلک اختیار کیا جو سادہ حیوانی قدریں ان کے لئے تجویز کر رہی تھیں۔

عیسائی دنیا کو دیکھ لیجئے جنگوں کے دوران اور آزمائشوں کے دوران جب بھی ان کے مفادات سے عیسائیت کی تعلیم ٹکرائی تو انہوں نے عیسائیت کی تعلیم کو اس طرح اٹھا کر پھینک دیا جس طرح ردی کی ٹوکری میں کوئی گندا کاغذ پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک ذرہ بھر بھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ ایک طرف اگر ان کے منہ پر چپیڑ ماری گئی تو انہوں نے ہزار چپیڑیں اس کے مقابل پر ماریں کجا یہ کہ اپنے چہرے کا دوسرا حصہ اس کے سامنے پیش کر دیتے کہ آؤ اور اس پر بھی تھپڑ مار لو یہ تو عمومی رجحانات ہیں قومی سطح کے اوپر لیکن انفرادی سطح پر بھی بالکل یہی آزادی کا عالم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام یا عالم اسلام میں ہمیں وہ Peace نظر آ رہی ہے یا وہ Submission نظر آ رہی ہے جس کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ صرف اسلام میں ملے گی اور غیر مذاہب میں نہیں ملے گی۔ لیکن اس مضمون پر آنے سے پہلے اس آیت کے مضمون کا تھوڑا سا مزید جائزہ لیا جائے کہ کیا نقشہ ابھر رہا ہے دنیا میں اس آیت کی روشنی میں۔ دوسرا پہلو ہے امن۔ امن کا تعلق اندرونی زندگی سے بھی ہے اور بیرونی زندگی سے بھی ہے۔ آج انسان کا امن جس طرح اندرونی طور پر برباد ہوا ہے اس سے پہلے کوئی ایسا زمانہ آپ نہیں دیکھیں گے جہاں عالمی سطح پر آپ یہ اعلان کر سکیں کہ امن کلیۃً اٹھ چکا ہے۔ ہر گھر میں بدامنی ہو چکی ہے، ہر روح بے قرار ہو گئی ہے اور امن کی

تلاش میں انسان ایسی ایسی جاہلانہ حرکتیں کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایک قومی خودکشی پر منتج ہوسکتی ہیں۔ Drug's Trafficking کا نام جوسنا ہے آپ نے بارہا اس کے پس منظر میں یہی بدامنی ہے۔ اس قدر تیزی کے ساتھ انسانی زندگی کا امن برباد ہو رہا ہے کہ انسان مصنوعی ذرائع سے امن پیدا کرنا چاہتا ہے حالات کو بھلا کر۔ جس طرح کبوتر بلی کے سامنے آنکھیں بند کر کے ایک قسم کا امن حاصل کرتا ہے اسی طرح آج کا باشعور انسان جو کہتا ہے کہ میں بلوغت کے مقام کو پہنچ چکا ہوں اور اب مجھے کسی بیرونی تعلیم کی ضرورت نہیں کسی بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں جو مجھے سمجھائے اور قدم قدم چلائے اس انسان کا یہ حال ہے کہ ایک جانور کبوتر کی طرح جس کی مثال بے وقوفی کی دی جاتی ہے اس طرح آنکھیں بند کر کے حالات سے امن حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پس Drug Trafficking کا اس کے سوا اور کوئی ترجمہ نہیں ہوسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح تیزی کے ساتھ جو ارب ہا ارب روپیہ ایسے نشوں میں ضائع کیا جا رہا ہے جس کو آج کل ڈرگ کا نام دے رہے ہیں ویسے تو ڈرگ ہر دوائی کو کہتے ہیں لیکن یہاں میں اصطلاحی ڈرگ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں ارب ہا ارب روپیہ ضائع کیا جا رہا ہے اور ہزاروں جانیں تلف ہوتی ہیں ہر سال اس جرم کے نتیجہ میں اور دن بدن یہ زیادہ شدت کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے، دن بدن زیادہ گہرائی کے ساتھ انسانی زندگی میں اترتا چلا جا رہا ہے اور بڑی بڑی قومیں جو عظیم الشان طاقتیں رکھتی ہیں وہ بھی اپنے سارے ذرائع کو بروئے کار لا کر اس کا مقابلہ نہیں کرسکیں۔ بنیادی وجہ کیا ہے؟ بنیادی وجہ وہی اندرونی بدامنی ہے جس کا انسان دن بدن زیادہ سے زیادہ شکار ہوتا چلا جا رہا ہے اور آج یہ جس کیفیت کو پہنچ چکا ہے یہ کیفیت برملا اس بات کا اقرار کر رہی ہے۔ وَالْعَصْرِ ۞ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ وہ زمانہ جس کی پیشگوئی کی گئی تھی کہ اسلام کو چھوڑنے کے نتیجہ میں وہ لازماً آئے گا اور آخر کار انسان دیکھ لے گا کہ وہ گھاٹے میں ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جو پہنچ چکا ہے اور دن بدن اس کے بدامنی کے آثار زیادہ ظاہر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اندرونی امن کی بربادی کو جانچنے کے لئے اَور بھی ذرائع ہیں۔ خاندانی تعلقات آج کس مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ خاندانی تعلقات کے نتیجہ میں انسان کس حد تک لذت یا سکینت پا رہا ہے یا طمانیت قلب حاصل کر رہا ہے؟ عام معاشرتی کیفیت میں انسان کے انسان سے روزمرہ کے تعلقات

جو خاندان سے باہر کے ہوتے ہیں ان میں کس حد تک امن کی کیفیت ہے؟ اس پہلو سے اگر آپ امریکہ کے امن کا جائزہ لیں یا افریقہ کے امن کا جائزہ لیں یا یورپ کے امن کا جائزہ لیں یا ایشیا کے امن کا جائزہ لیں تو بلا استثناء ہر سوسائٹی میں نہ صرف یہ کہ بدامنی ہے بلکہ بدامنی بڑھتی چلی جارہی ہے ۔اگر بین الاقوامی تعلقات کے اوپر جائیں تو دن بدن انسان ایک دوسرے سے زیادہ خوف کھانے لگا ہے، دن بدن انسان ایک دوسرے سے بداعتماد ہوتا چلا جارہا ہے۔کسی وعدے کا نہ کوئی پاس رہا ہے نہ کسی وعدے پر یقین رہا ہے اور جتنی بڑی بڑی طاقتیں ہیں، اونچی سطحوں پر ملتی ہیں اور کوششیں کرتی ہیں کہ ہم کسی طرح سمجھوتوں کے ذریعہ امن حاصل کرلیں۔ وہ بڑی طاقتیں جانتی ہیں کہ ہم بھی جھوٹے ہیں اور مدمقابل بھی جھوٹا ہے۔ جب بھی جس کو بھی طاقت نصیب ہوئی، جب بھی جس کو بھی موقع ملا وہ دوسرے انسانوں کو، دوسرے گروہ کے انسانوں کو کلیۃً ہلاک کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ اس بدامنی کے نتیجہ میں نئی نئی تحریکات نے جنم لیا ہے کہیں Pacific تحریک چل رہی ہے کہیں گرین مووومنٹ ہے کہیں کسی ایک اَور نام سے یہ تحریک کسی ملک میں سر اٹھا رہی ہے اور ہر تحریک امن کا مطالبہ تو کرتی ہے لیکن امن کیسے نصیب ہوگا اس کے لئے کوئی حل نہیں کرتی۔ جو حل پیش کئے جاتے ہیں وہ ایسے یک طرفہ اور بے معنی ہیں کہ جب تک مقابل کی طاقتیں ان حلوں کو تسلیم نہ کرلیں اور ان پر عمل نہ کرنا شروع کردیں اس وقت تک وہ حل بے معنی اور لغو حل ہیں ان کی کوئی بھی حیثیت نہیں ۔چنانچہ ایک دفعہ جب جرمنی میں Peace March شروع کی گئی بڑی وسیع ،تو ایک تبصرہ نگار نے یہ لکھا، پیس مارچ کا مطالبہ یہ تھا کہ سارے ایٹمی ہتھیار جو مغربی دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ کلیۃً غرق کردیئے جائیں اور ختم کردیئے جائیں۔صرف یہی ایک حل ہے ایٹم کی ہلاکت سے بچنے کا۔تبصرہ نگار نے یہ لکھا کہ حل تو ہوگا یہ لیکن یہ پیس مارچ جس دن مشرقی جرمنی کا Barrier کراس کر کے آگے تک پہنچے اور روس تک بھی یہ آواز پہنچادے اس دن ہم تسلیم کرلیں گے کہ واقعی یہ حل ہے۔لیکن اگر یہ برلن کی دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کے مرجائے اور پرلی طرف یہ آواز سنائی نہ دے تو پھر ہم کیسے تسلیم کرسکتے ہیں کہ دنیا کے امن کا یہ واحد حل ہے اور اس میں حقیقت ہے۔حل جس طرف سے بھی اٹھائے جاتے ہیں وہ یک طرفہ حل ہوتے ہیں۔روس جو حل پیش کرتا ہے وہ بھی یک طرفہ حل ہے اور وہ اس Barrier سے جسے ہم Iron Curtain Barriers کہتے ہیں یا آزاد دنیا کے۔Barrier کہتے ہیں وہ

آواز پر لی طرف نہیں جاتی، جاتی ہے تو ان کانوں میں پڑتی ہے جو اسے ان سنی کر دیتے ہیں اور کسی قیمت پر بھی اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

پس دونوں طرف سے ایک ہی حال ہے۔ کامل طور پر آج ایک انسان دوسرے انسان کا اعتماد کھو چکا ہے اور اسی وجہ سے عالمی بدامنی بڑی شدت کے ساتھ Potentially بڑھ رہی ہے Potentially کا مطلب ہے اندرونی صلاحیت کے لحاظ سے بڑھ رہی ہے۔ یعنی اگر چہ ابھی بظاہر جنگ شروع نہیں ہوئی لیکن جب ہم کہتے ہیں Potential Danger ہے تو مراد یہ ہے کہ حالات جس طرف حرکت کر رہے ہیں کہ دن بدن عالمی جنگ کے خطرات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ پس یہ تو یقیناً قطعی بات ہے کہ قرآن کریم نے یہ جو فرمایا تھا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۶

آخرت کا دَور ہم نے دیکھ لیا ہے ہم اس دَور تک پہنچ چکے ہیں۔ پس اگر اسلام کی یہ باتیں آج اس دنیا میں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں تو اس آیت کے مضمون کا جو اخروی دنیا سے تعلق ہے وہ بھی یقیناً اسی طرح سچا ثابت ہوگا۔ یہ ہے قرآن کریم کا اسلوب۔

یہاں تک تو یہ درست ہے لیکن ذرا آگے قدم بڑھائیں اور اسلام کی طرف جب ہم نے بیرونی دنیا کا جائزہ لیا اور وہاں اس آیت کے مضمون کو پورا ہوتے دیکھا تو آیئے اب ہم عالم اسلام پر بھی نظر ڈالیں کہ کیا عالم اسلام کو امن نصیب ہے۔ کیا عالم اسلام اس آیت کے مضمون کا پورا پورا عملی نقشہ کھینچ رہا ہے۔ کیا عالم اسلام میں ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور کامل اطاعت کا رنگ دکھائی دے رہا ہے ۔کیا وہاں Submission پائی جاتی ہے یعنی خدا تعالیٰ کے حضور اپنے سر کو جھکا دینا اور مرضی مولیٰ کے تابع ہو جانا۔ کیا عالم اسلام میں اندرونی امن دکھائی دے رہا ہے۔ کیا ہر سینہ وہاں مطمئن ہے اور سکینت پانے والا ہے۔ کیا خاندانی عائلی تعلقات میں اسلام کی دنیا امن کو پیش کر رہی ہے یا نہیں کر رہی۔ کیا شہری تعلقات میں ایک انسان کے دوسرے انسان کے تعلقات میں ہم امن کی وہ تصویر دیکھ رہے ہیں جس کے متعلق قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی کہ غیر اسلام میں تمہیں دکھائی نہیں دے گی اور اسلام میں

دکھائی دے گی ۔ کیا اسلام بین الاقوامی تعلقات میں ایسے مناظر پیش کر رہا ہے کہ دنیا کسی حد تک معقولیت کے ساتھ یہ امید باندھ بیٹھے اسلام سے کہ اگر اسلام کو ترقی ہوئی تو عالمی امن پیدا ہوگا۔ اگر نہیں ہے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔ کیونکہ دنیا میں ہمیں تو پھر یہ دکھائی دے گا کہ نہ اسلام قبول ہُوا نہ غیر اسلام قبول ہُوا۔ نہ اسلام دنیا کو وہ امن دے سکا جس کا دعویٰ کر رہا تھا نہ غیر اسلامی طاقتیں وہ امن دے سکیں ۔ تو اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا پھر کیا مطلب ہے۔ پھر تو یہ کہہ دنیا چاہئے تھا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ سارا انسان گھاٹے میں چلا گیا اور کوئی اِلَّا وِلَّا نہیں، کوئی بھی استثناء نہیں، کلیۃً سارا عالم ہلاک ہونے والا ہے۔ لیکن یہ تو قرآن کریم نہیں فرمارہا بلکہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا ذکر فرماتا ہے ۔ لیکن تعجب کی بات ہے یہاں اِلَّا الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا نہیں کہہ رہا، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ الا المسلمون کہ وہ لوگ جو مسلمان ہوں گے وہ بچ جائیں گے بلکہ از سر نو ایمان کا ایک نیا تازہ نقشہ کھینچ رہا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور شرط باندھ دی ہے کہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک اعمال کرنے والے صرف وہی ہیں جو بچیں گے اور باقی سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پس عالم اسلام میں وہ چیز کیوں دکھائی نہیں دے رہی بلکہ اس کے برعکس چیز کیوں دکھائی دے رہی ہے؟ اس مضمون پر نسبتاً کچھ زیادہ غور کی ضرورت ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں اگر یہی اسلام ہے جس اسلام کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے تو پھر عالم اسلام میں اس اسلام کی صداقت کے کوئی آثار ہمیں دکھائی نہیں دیتے ۔ ہر انسان جو تعصّبات سے بالا ہو کر غیر اسلام کا مقابلہ آج کے اسلام سے کرے اور آج کی اسلامی دنیا کا موازنہ غیر اسلامی دنیا سے کرے اگر اس میں کوئی ادنیٰ سا بھی تقویٰ پایا جاتا ہے، اگر ادنیٰ سی بھی سچائی پائی جاتی ہے تو وہ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ بہت سی صورتوں میں اسلام میں ان صفات کا زیادہ فقدان ہے جو لفظ اسلام میں بیان کی گئی ہیں ۔ بدامنی وہاں بھی ہے جیسی یہاں ہے مگر جیسی لاقانونیت آج اکثر مسلمان ممالک میں دکھائی دیتی ہے ۔ ویسی لاقانونیت مغربی دنیا میں ہمیں دکھائی نہیں دیتی ۔ جیسی رشوت ستانی بدقسمتی سے ان مسلمان ممالک کے اندر ہمیں دکھائی دے رہی ہے ویسی رشوت ستانی

مغربی جرمنی یا یورپ یا دیگر ممالک میں ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ گندگی یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے، جرائم یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی ہیں۔ لیکن اگر آپ موازنہ کر کے دیکھیں تو وہاں کے جرائم کئی صورتوں میں بہت زیادہ بھیانک ہیں۔ مثلاً بچوں پر جو مظالم بعض مسلمان کہلانے والے ممالک میں ہو رہے ہیں اس کا عشر عشیر بھی آپ کو یہاں دکھائی نہیں دے گا۔

لمبے عرصہ سے افغانستان اور پاکستان کے درمیان جو قبائل ہیں وہ بچوں کی تجارت کرتے ہیں اور کرتے چلے جارہے ہیں۔ بچے یا اغوا کر لیتے ہیں یا خرید لیتے ہیں اور ان سے ظالمانہ کام لیتے ہیں اپنے Labour Camps میں اور دیگر جرائم کا بھی ان کو نشانہ بناتے ہیں۔ کہ نہایت ہولناک زندگی ہے ان معصوم بچوں کی۔ جو آج کی بات نہیں بیسیوں سال سے پاکستان اور ہندوستان کے لوگ برداشت کرتے چلے جارہے ہیں اور کوئی توجہ اس طرف نہیں ہو رہی۔ پہلے تو ہندوستان تھا، جب ہندوستان ختم ہوا اور پاکستان ایک عالم اسلام کا ایک نمائندہ بن کر ابھرا اور اسلام کی سب سے زیادہ کثیر التعداد سلطنت کے طور پر ابھرا۔ سب سے زیادہ تعداد میں مسلمان ایک وقت میں کہا جاتا ہے کہ یہیں آباد تھے۔ اب شاید یہ توازن بدل چکا ہو مگر بہر حال ابھی بھی سب سے زیادہ کثیر تعداد میں مسلمان جس ملک میں آباد ہیں ان میں ایک پاکستان بھی ہے۔ لیکن وہ جرائم نہ صرف یہ کہ جاری ہیں بلکہ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ یہاں تک بعض علاقے پاکستان میں موجود ہیں بدقسمتی سے کہ جہاں بچپن سے بچوں کے اعضا کو ایسے شکنجوں میں جکڑ دیا جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ اعضا ٹیڑھے رہیں اور نہایت مکروہ شکل اختیار کر جائیں تا کہ پھر ان کو ریڑھیوں پر ڈال کر بھیک مانگنے کا ذریعہ بنایا جائے اور یہ واقعہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے، گزر رہا ہے سب کے سامنے لیکن کوئی پرواہ نہیں۔ تو جرائم یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی ہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں انتہائی بھیانک جرائم ہیں جو وہاں رونما ہو رہے ہیں اور پرورش پا رہے ہیں۔ اس تفصیل میں جانے کا موقع نہیں نہ میرا مقصد یہ ہے کہ اس پہلو سے تفصیلی موازنہ کروں۔

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تقویٰ کی آنکھ سے دیکھا جائے حقائق کی آنکھ سے دیکھا جائے تو جو امن ساری دنیا میں برباد ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے وہ اسلامی دنیا میں بھی تو برباد ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ جو سینے سکینت سے یہاں خالی ہیں ویسے ہی سینے وہاں بھی خالی، جس طرح عائلی

زندگی کا امن یہاں برباد ہو چکا ہے اسی طرح عالم اسلام کی عائلی زندگی کا امن بھی برباد ہو چکا ہے بلکہ بہت سی صورتوں میں بہت زیادہ دکھ اٹھا رہی ہے وہاں کی عائلی زندگی۔ اگر چہ طلاقیں کم ہیں لیکن عورت ظلموں کی چکی میں پستی چلی جارہی ہے اور اسے اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ طلاق کی صورت میں ہی اپنا حق لے لے۔ ہر قسم کے مصائب کا شکار ہر قسم کے دکھوں کا شکار یہاں تو کم سے کم ساس کے طعنے تو اس کو نہیں سننے پڑتے ، نندوں کی طرف سے تو اسے کوئی تکلیف کے تیر نہیں پہنچتے لیکن وہاں کی دنیا میں ہر طرف سے عورت ظلموں کا نشانہ بھی بنی ہوئی ہے اور ظلم کرنے کی مشین بھی بنی ہوئی ہے۔ خود مظالم سہتی ہے اور شور مچاتی ہے جہاں تک بھی مچا سکے کہ ہم مظلوم ہیں اور اپنی زندگی برباد کر رہی ہوتی ہے اور جب وہ اس مقام پر پہنچتی ہے جہاں دوسری عورتوں کو امن بخش سکتی ہے وہ ان کو امن بخشنے کی بجائے ان کا امن چھیننے لگ جاتی ہے۔ پس مردوں کے مظالم کا بھی شکار ہے وہاں کی عورت اور عورتوں کے مظالم کا بھی شکار ہے اور جتنی بے اطمینانی کا منہ بعض مسلمان ممالک کی عورت دیکھ رہی ہے ویسی بے اطمینانی تو آپ تلاش کر کے دیکھ لیں دنیا میں آپ کو کہیں اور نظر نہیں آئے گی۔ پھر یہ دعویٰ کیسا کہ:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

کہ اب صرف دین اسلام ہی رہ گیا ہے خدا کے نزدیک جو اطاعت کے گر سکھائے گا جو فرمانبرداری کی راہیں دکھائے گا جو تمہیں اندرونی امن بھی نصیب کرے گا، عائلی امن بھی عطا کرے گا اور بین الاقوامی امن بھی عطا کرے گا۔ بین الاقوامی امن کی حالت میں دیکھیں تو آج عالم اسلام میں جس طرح اندرونی جنگیں مسلمان ممالک کی مسلمان ممالک سے ہو رہی ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب میں بھی یہ منظر آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جتنی لڑائیاں آج عالم اسلام میں ہو رہی ہیں، فرقہ بازی کی شکل میں دیکھ لیں یا قوموں کی قوموں سے لڑائی کی شکل میں دیکھ لیں، آپ کو دنیا کے کسی مذہب کے پیروکار میں یہ بدنصیب نقشہ نظر نہیں آئے گا بلکہ باہر تو تقریباً امن ہی ہو چکا ہے اب۔ بین الاقوامی امن کو خطرات تو ضرور ہیں لیکن ایسے خطرات ہیں جو مستقبل سے تعلق رکھنے والے ہیں جو

خطرات ہیں جیسا کہ میں نے کہا، صلاحیت کے خطرات ہیں واقعاتی نہیں ہیں فی الحال Potential لیکن عالم اسلام تو بڑے لمبے عرصہ سے ایک دوسرے سے جنگ میں مبتلا ہے اور وہ جنگ فرقہ بازی کی شکل میں بھی ہورہی ہے اور حکومتی سطح پر بھی ہورہی ہے۔

پس آج اگر بدامنی کا گہوارہ ہے تو بدقسمتی سے وہ عالم اسلام ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے دعویٰ کیا تھا کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ہر غیر اسلامی دین کو دھتکار دیا جائے گا اور انسان کو کسی قسم کا امن دینے میں ناکام ہوجائے گا لیکن اسلام ایک ایسا دین ہے جوان تمام خواص کا حامل رہے گا اور اس کے سوا باقی سب گھاٹے میں جائیں گے۔ یہ دعویٰ تو پھر بھی پورا ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔

پھر اس کا کیا حل ہے؟ امر واقعہ یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس مضمون کو جب تک ہم سورہ عصر کے مضمون کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھتے اس وقت تک یہ مسائل حل نہیں ہو سکتے، اس وقت تک یہ گتھیاں سلجھائی نہیں جاسکتیں۔ یہاں تو قرآن کریم نے یہ دعویٰ فرمایا کہ آخرت میں یعنی بالآخر تم دیکھو گے کہ اسلام کے سوا ہر طرف بے اطمینانی پھیل چکی ہوگی، کوئی امن نہیں رہے گا۔ لیکن دوسری طرف اس آخری زمانہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اس وقت درحقیقت اسلام کے نمائندہ وہ چند لوگ ہوں گے جو اپنے ایمان کو تازہ کر رہے ہوں گے۔ اٰمَنُوْا وہ گویا دوبارہ ایمان لانے والے ہوں گے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک اعمال کے ذریعے ثابت کریں گے کہ جس دین کو انہوں نے اختیار کیا ہے وہ سچے دل سے اختیار کیا ہے اور فرضی طور پر اختیار نہیں کیا۔ بہت قلیل ہوں گے، اتنے تھوڑے ہوں گے کہ آٹے میں نمک کو معمولی حیثیت حاصل نہیں ہوتی جتنی ان کو دنیا کے مقابل پر حیثیت حاصل ہوگی کیونکہ فرمایا وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ گویا سارا عالم گواہ ہوجائے گا کہ سارا انسان گھاٹے میں چلا گیا ہے ان کا شمار ہی نہیں ہوگا اتنے معمولی لوگ ہوں گے، اتنی کم تعداد میں ہوں گے مگر فرمایا دیکھنا وہی ہوں گے جن کے متعلق خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ گھاٹا پانے والے نہیں ہوں گے اور اسلام نے جتنی

پیشگوئیاں ان کے امن کے متعلق کی ہیں وہ ان کو نصیب ہوں گی۔ نہ صرف یہ کہ وہ خود امن میں ہوں گے بلکہ دوسروں کو امن کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ اور دوسروں کو امن عطا کرنے والے ہوں گے۔

اگر آج جماعت احمدیہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی مصداق جماعت نہیں ہے تو پھر اور کون سی جماعت ہے اور اگر یہ جماعت اس آیت کا مصداق ہے اور حقیقتاً مصداق ہے تو پھر گھاٹا پانے والوں اور اس جماعت کے کردار اور اعمال اور سیرت اور طرز عمل میں اتنا نمایاں امتیاز ہونا چاہئے کہ دنیا آپ کو حقیر سمجھتے ہوئے بھی یہ دیکھنے کی صلاحیت ضرور رکھتی ہو یہ پہچاننے کا اختیار رکھتی ہو کہ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جو واقعۃً امن میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن سے دنیا کا مستقبل کا امن وابستہ کیا جا سکتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ جماعت احمدیہ اپنی عملی تصویر میں یہ نقشہ پیش ہی نہ کر سکے اور اِلَّا کے استثناء میں آنے کی بجائے ان لوگوں میں داخل ہونا شروع ہو جائے جن کی بدامنی کا زمانہ گواہ ہو چکا ہوگا تو پھر نعوذ باللہ من ذالک قرآن کریم کی یہ آیت غلط ثابت ہوگی، قرآن کریم کی یہ پیشگوئی بالکل بے معنی ہو جائے گی۔

اس لئے آج قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی صداقت کا انحصار آپ کے عمل پر ہے۔ آپ اگر آج نیک اعمال بن کر دنیا کو دکھا سکتے ہیں، آج اگر آپ گھاٹا پانے والی دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے گھاٹوں سے بچ کر ایک سودمند زندگی گزار سکتے ہیں تو پھر یقیناً قرآن کریم کی یہ آیت آپ کے حق میں پوری ہوگی اور بڑی شان کے ساتھ پوری ہوگی پھر یقیناً یہ توقع وابستہ کی جا سکتی ہے کہ آپ دنیا کی تقدیر بدلنے والے ہوں گے اور دنیا کا امن آپ کی ذات سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر محض دعووں کے ذریعہ یا نظریات کی برتری ثابت کرنے کے ذریعہ آپ دنیا پر قطعاً کوئی فتح نہیں پا سکتے۔ یہ ایک ایسی قطعی اور یقینی بات ہے کہ جس کے متعلق ایک ذرہ شک کی بھی گنجائش نہیں۔ اگر نیک اعمال کے بغیر دنیا پر آپ فتح یاب ہو سکتے تھے تو قرآن کریم کو یہ شرط لگانے کی ضرورت نہیں تھی کہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔

پس ایمان لانے والے اسلام پر تو کروڑ ہا کروڑ موجود ہیں، اس کثرت سے ہیں کہ بڑی بڑی سلطنتوں پر بھی قابض ہیں، بڑے بڑے علاقوں میں ان کو اکثریت حاصل ہے۔ مگر قرآن نے ان کو مستثنیٰ نہیں فرمایا کیونکہ شرط یہ لگا دی اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ صرف ایمان

لانے والے مراد نہیں ہیں مسلمان بلکہ ایمان لا کر اس ایمان کو اپنے اعمال میں سچا کر دکھانے والے ہیں۔ اپنے نیک اعمال سے یہ ثابت کرنے والے ہیں کہ جن باتوں پر ہم ایمان لائے تھے حقیقۃً ان پر ایمان لائے ہیں، عملی زندگی میں ان باتوں کو کر دکھانے والے ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ آج اسلام کی سچائی کا دارومدار بھی ان چند لوگوں پر ہے جو اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی تعریف کے نیچے آتے ہیں۔ آج تمام دنیا کے امن کے امکانات ان چند لوگوں سے وابستہ ہو چکے ہیں جو اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے استثنا کے نیچے آتے ہیں۔ آج خدا اور بندے کے تعلقات میں امن کی کوئی ضمانت دینے والی بات اگر ہے تو یہی ہے کہ یہ چند لوگ کم سے کم اپنے اور اپنے رب کے تعلقات میں امن حاصل کر چکے ہیں اور جو شخص اس دین کا رستہ اختیار کرے گا وہ بھی بالآخر اس امن کی حالت کو پہنچ جائے گا۔

پس اپنی کیفیت کو پہلے جانچیں اور پھر فیصلہ یہ کریں کہ آیا دنیا کو وہ امن نصیب ہو گا یا نہیں جو اسلام کے لفظ کے تابع جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے اندرونے میں وہ امن موجود نہیں ہے، اگر آپ کے اندر طمانیت نہیں ہے اور سکینت نہیں ہے اور یہ یقین نہیں ہے کہ آپ امن کے رستے پر روانہ ہوئے ہیں، امن کے رستوں کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اگر اندرونی طور پر آپ بامقصد زندگی نہیں گزار رہے اور ایک اندرونی بے چینی ہے جو آپ کو بے قرار رکھتی ہے تو پھر اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کے دعوے کی سچائی ثابت کرنے کے آپ اہل نہیں ہیں۔ اگر آپ کے عائلی تعلقات بدامنی کا شکار ہو چکے ہیں اور اسی طرح کے دکھ آپ کی عائلی زندگی میں بھی ہیں جیسے بیرونی عائلی زندگی میں پائے جاتے ہیں اگر آپ کے گھر جنت کا گہوارہ نہیں، اگر آپ کے گھر کی عورت مظلوم ہے اسی طرح جس طرح غیر کے گھروں کی عورتیں مظلوم ہیں اگر اسی طرح آپ بے وفا ہو چکے ہیں اور عورتیں بے وفا ہو چکی ہیں۔ اگر اسی طرح آپ ظالم ہو چکے ہیں اور جواب میں عورتیں بھی ظالم ہو چکی ہیں اگر گھر کے بندھن اندرونی تعلقات کے بندھن ٹوٹ چکے ہیں اگر بچوں کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں گھر ایک محض ظاہری طور پر اکٹھے ہونے کی جگہ ہے جیسے ہوٹل میں اکٹھے ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر، ایک دوسرے کو دکھ پہنچانے کی جگہ بن چکا ہے تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اسلام کے سوا اور کوئی دین نہیں۔ کم سے کم

اس صورت میں جن لوگوں کے گھروں کے امن برباد ہیں وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ سوسائٹی کے تعلقات میں، اگر آپ Citizen Ship یعنی شہریت کے تعلقات میں اس آیت کا مصداق نہیں تو پھر آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے سوا دنیا میں اور بھی کوئی نہیں کیونکہ اسلام کے از سرنو احیاء کا دعویٰ لے کر اٹھنے والی جماعت آج آپ کے سوا اور کوئی جماعت نہیں ہے جو اپنے اس دعویٰ میں سچی ہے اور اس دعویٰ میں خالص ہے اور اس دعویٰ میں انتہائی مخلص ہے۔

پس اگر اس دعوے کے باوجود اور اس سچے دعویٰ کے باوجود، اس مخلصانہ دعوے کے باوجود عمل کی زندگی میں یہ دعویٰ ڈھلتا ہوا نظر نہ آیا تو پھر مستقبل میں اسلام کی فتح کے گیت گانے کا بھی آپ کو کوئی حق نہیں۔ پھر آگے بڑھیں اگر آپ بین الاقوامی تعلقات میں مثلاً یہاں جب جرمنی میں جاتے ہیں یا امریکہ میں جاتے ہیں یا کینیڈا میں جا کر بستے ہیں بہترین اسلام کے نمائندہ ثابت نہیں ہوتے اگر آپ اپنے بین الاقوامی تعلقات میں ان سوسائٹیوں کے لئے امن مہیا نہیں کرتے جن سے آپ رابطے میں آتے ہیں اور ان کی بدامنی کو قبول کر لیتے ہیں، ان کے رنگ میں ڈھل جاتے ہیں، اپنا امن کا رنگ ان کو دینے میں ناکام رہتے ہیں تو ان معنوں میں بھی آپ نے اسلام کو ناکام کر کے دکھایا ہے نہ یہ کہ اس کی کامیابی کا ثبوت دنیا کو مہیا کیا۔

پس یہ جو دنیا میں نظریات کی جنگیں ہو رہی ہیں یا آئندہ دنیا کے نقشوں کی باتیں ہو رہی ہیں اس میں فتح وشکست کا فیصلہ نظریات کی دنیا میں نہیں ہوگا عمل کی دنیا میں ہوگا اور عمل کی دنیا میں خواہ ایک جماعت چھوٹی بھی ہو اگر وہ اسلام کے نظریات کو اپنے اعمال کی دنیا میں ڈھال لے گی، اگر اسلام صرف قرآن کا اسلام نہیں رہے گا یا نام کا اسلام نہیں رہے گا بلکہ کسی جماعت کے اندر راسخ اور رائج ہو جائے گا اس کے خون میں گھل مل جائے گا، اس کے اعمال میں ڈھل جائے گا، اس کی صورتوں سے ظاہر ہونے لگے گا۔ اگر خود اس جماعت کو امن نصیب ہوا اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی تو پھر یقیناً ایسی جماعت اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے استثناء کے تابع دنیا میں بالآخر برومند اور فتح مند ہونے والی جماعت ثابت ہوگی اور اگر خدانخواستہ ایسا واقعہ نہ ہو تو قرآن تو بہر حال سچا نکلے گا مگر وہ جماعتیں ضرور مٹادی جائیں گی اور ان کی جگہ خدا اور جماعتیں لے آئے گا جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے قرآن کی سچائی کو بہر حال دنیا میں ثابت کرنا ہے۔

جرمنی میں بسنے والے احمدی ہوں یا یورپ کے دیگر جماعتوں کے بسنے والے احمدی ہوں جو آج اس خالصۃً دینی اجتماع کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں یہی میرا ان کے نام پیغام ہے کہ آج آپ امن کے محافظ کے طور پر دنیا میں قائم کئے گئے ہیں۔ آج اسلام کے نمائندہ اور ایمبیسیڈر (Embassider) اور سفراء کے طور پر آپ دنیا میں نکلے ہیں جہاں کہیں سے بھی آپ آئیں، جہاں کہیں بھی آپ جانے والے ہیں، آپ کی یہ حیثیت اولین حیثیت ہونی چاہئے کہ آپ اسلام کے سفیر ہیں یعنی امن کے سفیر ہیں اور اس امن کے سفیر ہیں جو واقعاتی طور پر آپ نے پالیا ہے آپ کی زندگیوں میں راسخ ہو چکا ہے۔ اس امن کی تلاش کرتے رہیں جب تک وہ امن آپ کو نصیب نہ ہو اور دنیا کو موقع دیں کہ وہ امن آپ سے حاصل کرے۔ اس حیثیت میں زندہ رہیں گے تو آپ یقیناً ایک فاتح کی حیثیت میں زندہ رہیں گے اور قرآن کریم کے اسلوب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب بھی خدا ایسے استثناء بناتا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تو مراد یہ نہیں ہوتی ہے کہ یہ تھوڑے لوگ ہمیشہ تھوڑے رہیں گے۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ تھوڑے ہونے کے باوجود دنیا میں غالب آنے والے ہیں، ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ یہ غالب آجائیں گے اور گھاٹے والا انسان دنیا کی صف سے پیچھے دھکیل دیا جائے گا۔ گویا کہ ایک ڈرامہ میں ایک کردار نے اپنے پارٹ ادا کیا، اپنا کھیل کھیلا اور غائب ہو گیا اور ایک نیا کردار ابھرا۔ تو اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ایک نئے کردار کو دکھانے کا دروازہ کھول رہا ہے۔ ایک نئے کردار سے پردہ اٹھانے والی آیت ہے اور وہ آپ کا کردار ہے۔

اے احمدی نوجوانو! اے مستقبل کے محافظو! جو آئندہ دنیا میں اسلام کے فتح مند ہونے کے لئے آج خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے لئے مقرر کئے گئے ہو۔ آج تم اسلام کو سیکھو تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کو تم اسلام سکھا سکو۔ آج اسلام کے امن کو اپنی سوسائٹیوں میں راسخ کر دو تا کہ آئندہ آنے والی سوسائیٹیوں کے امن کی ضمانت دے سکو۔ تم مراد ہو اس آیت کے اگر تم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو پھر دنیا کا مستقبل یقیناً پر امن ہوگا اور اگر تم اس مقصد میں ناکام ہو گئے تو بالآخر اسلام تو غالب آئے گا مگر تمہارے ذریعہ نہیں۔ ان لوگوں کے ذریعہ جو اپنے اس دعویٰ میں سچے ہوں گے۔ وہ اسلام پر ایمان بھی لائیں گے اور اسلام پر عمل کر کے بھی دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں

اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ باتیں بظاہر ایسی ہیں جو ہر آدمی سن کر قبول کر سکتا ہے۔ ہر احمدی کے لئے ان باتوں کو سن کر ان پر عمل کرنا بظاہر مشکل نہیں ہے، معمولی بات دکھائی دیتی ہے مگر میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ یہ بہت محنت کا کام ہے۔ صبر کا مضمون اس طرف متوجہ کر رہا ہے کہ میرے ایک خطبے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا میرے دس خطبوں سے بھی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہزار ہا نصیحت کرنے والے آپ پر آکر نصیحت کا رنگ چڑھاتے چلے جائیں تب بھی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ہر دل کے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور یہ توفیق دل کی سچائی سے نصیب ہوتی ہے کسی بیرونی سچائی کو سننے سے نصیب نہیں ہوا کرتی، اس بات کو یاد رکھیں۔

کئی سال ہو گئے مجھے عائلی زندگی کے امن کے اوپر مختلف رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے۔ بعض جگہ نیک اثر بھی پیدا ہوئے ہیں لیکن آج بھی میں کم سے کم خدا کی قسم کھا کر دنیا میں یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ احمدی گھر آج جنت کا نمونہ بن چکے ہیں۔ میں کسی ایک ملک میں بھی یہ اعلان نہیں کر سکتا، نہ پاکستان میں کر سکتا ہوں، نہ ہندوستان میں کر سکتا ہوں، نہ انگلستان میں کر سکتا ہوں نہ چین یا جاپان یا جرمنی میں کر سکتا ہوں کیونکہ روزانہ مجھے کثرت کے ساتھ ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یا مرد عورت کے مظالم کا شکار ہے۔ یا عورت مرد کے مظالم کا شکار ہے، یا مرد کسی دوسرے مرد کے مظالم کا شکار ہے یا عورت کسی دوسری عورت کے مظالم کا شکار ہے۔

پس منہ سے کہہ دینا کہ ہاں عائلی امن ہمیں نصیب ہوگا تو دنیا میں ہم امن پیدا کر دیں گے۔ ہم دنیا پر اسلام کی برتری ثابت کر دیں گے آسان کام نہیں ہے لیکن جتنی محنت یہ کام چاہتا ہے اس محنت کا نقشہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں صبر کے حصے نے ہمارے سامنے کھول دیا ہے۔ بڑے صبر کی ضرورت ہے مجھے بھی صبر کی ضرورت ہے کہ میں جو نصیحت کروں وہ کرتا جاؤں اور نہ تھکوں اور نہ مایوس ہوں اور آپ کو بھی صبر کی ضرورت ہے کہ اپنی کوششوں میں صبر اختیار کریں ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہیں اور اگر آپ کے گھروں میں بدامنی کے آثار پائے جاتے ہیں تو چین سے نہ بیٹھیں جب تک اس بدامنی کے آثار کو زائل نہ کر لیں، ان کو ملیا میٹ نہ کر دیں۔ آپ نے اسلام کی وہ جنت جو اسلام دنیا میں بنانے کا دعویٰ کرتا ہے پہلے اپنے گھروں میں بنا کر دکھانی ہے۔ اگر

یہ جنت آپ کے گھروں کو نصیب نہ ہوئی تو یقیناً دنیا کو آپ سے کسی قسم کی جنت کی امید رکھنا ایک امید باطل کا قصہ ہوگا، ایک موہوم خیال ہوگا۔ دنیا پاگل ہوگی اگر آپ سے امن کی توقع رکھے اگر آپ نے خود اپنے گھروں کو امن عطا نہیں کیا۔ اس لئے ایک نہایت ہی اہم بات ہے، ایک ایسا نکتہ ہے جسے سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں آپ عظیم الشان فتوحات حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اسے نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں جس طرح بارہا آپ نظر انداز کرتے رہے ہیں اور کرتے چلے جارہے ہیں آپ اسی جگہ ڈھونڈتے پھرتے رہیں گے اور ترقی کی وہ نئی راہیں آپ پر نہیں کھلیں گی جن راہوں پر چلنے کے بعد آپ ایک ایسے مقام پر پہنچ کر دنیا کو دیکھ سکتے ہیں کہ دنیا آپ کو اپنی فتوحات کے قدموں کے دامن میں بچھی ہوئی دکھائی دے۔

اس لئے دعائیں کریں اور استغفار کریں اور دیانت داری کے ساتھ ان نظریاتی بلند باتوں کو سادہ عام عمل کی دنیا میں اتارنے کی کوشش کریں۔ جب تک روزمرہ کی زندگی میں یہ باتیں رائج ہوتی دکھائی نہیں دیتیں اس وقت تک اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہ دنیا کو امن عطا کر دے گا یہ دعویٰ سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔